سیاسی ''مرتدوں'' کا سلسلہءبیعت

تحریر: سہیل احمد لون۔۔۔لوگو جلا وطن

وطن عزیز میں سیاست اور کرکٹ کی مقبولیت کا گراف ہر دور میں نقطہ عروج پر رہا ہے۔ شاید یہ عوام کی سیاست اور کرکٹ میں دلچسپی کا نتیجہ ہے کہ اب کرکٹ میں سیاست اور سیاست میں کرکٹ کی جھلک نظر آنا شروع ہو گئی ہے۔ سیاسی کھلاڑی ایک دوسرے کو چیلنج کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ کبھی کوئی 10 اوورز کا میچ کھیلنے کا آرزومند دکھائی دیتا ہے تو کبھی کوئی اپنی باری لینے کی التجا کرتا نظر آرہا ہے۔ کسی کو ریٹائر ڈ ہرٹ ہونے کا طعنہ دیا جاتا ہے تو کوئی اپنے کھلاڑی کی عمر اور فٹنس سے آگاہ کرکے یہ ظاہر کرنے کی کوشش کرتا ہے کہ مرد اور گھوڑا کبھی بوڑھا نہیں ہوتا بشرطیکہ خوراک اچھی اور غم فکر سے آزادی ہو۔ بھلا ایسے "ہارس" کیسے بوڑھے ہو سکتے ہیں جن کی خوراکوں میں غریبوں کی محنت اور لہو شامل ہو۔ جو اپنے حصے کا غم و فکر بھی غریب عوام کے ذہن میں ڈال کر خود چین کی نیند سوتے ہیں۔ یہ تو وہ "ہارس" ہیں جن کی "ٹریڈنگ" مرتے دم تک جاری رہتی ہے۔ اب تو زمانہ اتنی ترقی کر چکا ہے کہ یہ "ہارس" مرنے کے بعد بھی اتنے پر اثر ہو جاتے ہیں کہ اپنے اصطبل کے کسی بھی "ہارس" کی تقدیر بدل دیتے ہیں۔ ملک میں "یوتھ کے ہیرو" عمران خان کی سیاسی تپسیا ڈیرھ دہائی پر محیط ہے جس دوران انہوں نے بہت سے ملکی اور غیر ملکی "یاترائیں" کیں۔ جس میں انہوں نے یوتھ کو آگے لانے کے بہت " بھجن" بھی سنائے۔ ان کی شخصیت، عزم، حوصلے، کردار اور ماضی کو دیکھتے ہوئے نوجوانوں کی ایک کثیر تعداد ان کے بھگتوں میں شامل ہوتی رہی۔ پاکستان کرکٹ ٹیم کا کپتان بننے کے بعد انہوں نے ٹیم میں نوجوان کھلاڑیوں کو میرٹ پر موقع دینے کی روش ڈالی۔ اس مقصد کے لیے ان کو کچھ ایسے پرانے اور با اثر کھلاڑیوں کو جو اپنے عروج کے دن گزار چکے تھے ٹیم سے نکالنے کی غیر معمولی جرات کا مظاہرہ بھی کیا۔ اس میں انہوں نے اپنے کزن ماجد خان کو بھی نہ بخشا جو 69 رنز مزید بنا کر ٹیسٹ کرکٹ میں اپنے چار ہزار رنز مکمل کرنے کا خواہاں تھا۔ اسی طرح ایشن بریڈ مین ظہیر عباس جو ٹیسٹ کرکٹ سے تو ریٹائرڈ ہوئے مگر ابھی مزید ون ڈے میچوں میں کھیلنا چاہتے تھے مگر عمران خان نے ان کی فارم اور فٹنس کو دیکھ کر ان کا مزید ون ڈے کھیلنے کا شوق پورا نہ ہونے دیا۔ اپنی کپتانی کے زمانے میں وہ "آل ان ون" تھے جو کسی کی نہیں سنتے تھے شاید اسی وجہ سے کرکٹ کے بعض حلقوں میں ان کو "مامے خان " بھی کہا جاتا تھا۔ اپنی غیر معمولی قائدانہ صلاحیتوں اور خداداد بصیرت کی بدولت آخر کار وہ ملک کے لیے عالمی کپ جیتنے میں بھی کامیاب ہوئے۔ اس کے بعد شوکت خانم ہسپتال اور نمل یونیورسٹی کے پروجیکٹ کی کامیابی کو دیکھ کر یہی لگتا تھا کہ کپتان سیاسی کھلاڑیوں کی ٹیم بناتے ہوئے بھی اپنی سیاسی بصیرت اور بصارت کا استعمال کرے گا۔ جس پر کسی کو اعتراض کرنے کا موقع نہیں ملے گا۔ لاہور اور کراچی کے کامیاب جلسوں کے بعد جہاں عوام میں ان کی بڑھتی ہوئی مقبولیت کا اندازہ ہوا۔ وہاں ایک سوال ہر خاص اور عام کی زبان پر آ گیا کہ مشرف دور کے "ہارس" اب خان صاحب کے اصطبل میں آنا شروع ہو گئے ہیں۔ ایک طرف تو ڈرون حملوں کے خلاف دھرنے دیئے گئے۔ دوسری طرف ان لوگوں کو اپنی ٹیم کا حصہ بنایا جا رہا ہے جو "ڈرون" حملوں کا لائسنس دینے میں مرکزی کردار تھے۔ اب یہ تو نہیں ہو سکتا کہ مشرف دور کے وزیر خارجہ جناب محمود احمد قصوری کا کوئی "قصور" نہیں کیونکہ وہ اب تحریک

انصاف کا حصہ بن گئے ہیں۔اب تک تین سابق وزرائے خارجہ شاہ محمود قریشی محمود احمد قصوری اور سردار آصف احمد علی کی صورت میں تحریک انصاف میں شامل ہو چکے ہیں۔اگر سابقہ وزرائے خارجہ کا تحریک انصاف میں شمولیت کا حالیہ سلسلہ اسی رفتار سے جاری رہا تو بہت جلد تحریک انصاف "سابق وزرائے خارجہ الیون" بن جائے گی۔جس کا سب سے بڑا مسئلہ کپتان صاحب کو انتخابات پر پیش آئے گا۔کہیں ایسا نہ ہو کہ وزیر خارجہ کے قلمدان کے لیے سابق وزرائے خارجہ کے درمیان "سنگل وکٹ" کا میچ کروانا پڑے۔بات ایک سنگل وکٹ تک ہی محدود نہیں رہے گی کیونکہ جس رفتار سے "سیاسی مہاجر "عمران خان کے کیمپ میں شامل ہو رہے ہیں۔اس سے یہ لگتا ہے کہ آخر میں ایک ٹورنامنٹ ہی کروانا پڑے گا۔"سیاسی ہجرت" کی وبا کچھ زیادہ ہی پھیل گئی ہے جس سے صرف "ق لیگ یا مشرف لیگ "ہی متاثر نہیں ہو رہی اس بیماری میں پاکستان پیپلز پارٹی اور ن لیگ کے "ہارس" بھی مبتلا ہو رہے ہیں۔ کچھ تو اس مرض میں مبتلا ہونے کے لیے خوب بد پرہیزی بھی کر رہے ہیں۔میاں صاحب تو اپنا سب سے "قیمتی ہارس" گنوا کر کچھ ہوش میں آئے ہیں۔تبھی وہ خوشامدی کا اسپرے اٹھائے اپنی پارٹی کے ان رہنماؤں اور کارکنوں کے پاس پہنچ رہے ہیں جن کی "قوت مدافعت" زیادتیوں کی وجہ سے کم ہو گئی تھی۔ایسے حالات میں تو سیاسی ہجرت کی وبا ان پر آسانی سے اثر انداز ہو سکتی تھی۔عمران خان نے پہلے سیاسی باؤنسرز مار مار کر میاں جی کو گھائل کیا اب نون لیگ کو "لون" جاوید ہاشمی سے لگوایا دیا۔نون لیگ کو " لون " لگا دیکھ کر زرداری صاحب بھلا اپنے "ہارسز" سے غافل کیسے رہ سکتے تھے۔انہوں نے 27 دسمبر کو بی بی کی برسی پر اپنے وفادار اور ذہین "ہارس" کو خصوصی اہمیت دی۔کچھ "ہارس" ایسے بھی ان کے اصطبل میں نظر آئے جن کو بڑی مدت سے " گھاس " نہیں ڈالی گئی تھی مگر برسی کے موقع پر وہ زرداری صاحب کے ساتھ بیٹھ کر بادام کھاتے نظر آئے۔بادام کھانے کا سب سے بڑا فائدہ تو یہ ہے اس سے دماغ تیز ہوتا ہے۔یادداشت کمزور نہیں ہوتی...... ہارس کو یہ یاد رہتا ہے کہ وہ کس کا "وفادار" تھا اور کس کا" وفادار "رہنا ہے۔بدقسمتی سے یہ "بادام "اتنے مہنگے کر دیے گئے ہیں کہ عام انسان یعنی "عوام" کی دسترس میں ہی نہیں۔اس میں بھی سیاسی پہلو یہ ہے کہ عوام نہ کھائیں بادام اور نہ ہو گی ان کی یادداشت تیز...... !!!لہذا کمزور حافظے والی عوام کے سامنے آپ کوئی بھی وعدہ کر کے ووٹ "ہتھیا" لیں۔ووٹ دینے کے بعد ان کو کونسا یاد رہتا ہے کہ ان کے ساتھ کیسے وعدے کیے گئے تھے۔ کمزور حافظے کی عوام کے سامنے اب عمران خان نے بھی کئی وعدے کر ڈالے۔جس میں ناممکن حد تک مشکل کام " کرپشن " کا 90 دن میں خاتمہ...... بھی شامل ہے۔جس معاشرے میں 98 فیصد لوگ اس مرض میں مبتلا ہوں تو ان کو 90 دن میں شفایاب کیسے کیا جا سکتا ہے؟ کیونکہ کرپشن کم تو کی جا سکتی ہے مگر ختم نہیں۔ایک " آمر "نے بھی 90 دن میں انتخابات کا وعدہ کیا تھا جو وفا نہ کیا گیا۔مگر اس کے دور میں کیے گئے مکروہ کاموں کی نحوست آج تک ہمارا پیچھا نہیں چھوڑ رہی۔اس سے پہلے ایک نیازی نے 90 ہزار فوج گرفتار کروا دی تھی نا جانے یہ نیازی نوے کے چکر سے کیوں نہیں نکل رہے۔عمران اس سے پہلے نوے دنوں میں کراچی کے حالات درست کرنے کے عزم کا اظہار بھی کر چکے ہیں مگر غریب عوام کو کیا پڑی ہے اتنی پرانی بات یاد رکھنے کی۔انہیں تو روٹی کپڑا مکان۔روشن پاکستان کا وعدہ بھی یاد نہیں رہا۔عوام کو یہ بھی بھول گیا ہے کہ کبھی عمران خان ایم کیو ایم کے خلاف اسکارٹ لینڈ یارڈ تک گئے۔کراچی کے مہاجروں (ایم کیو ایم) نے "سیاسی مہاجروں "کے ٹولے کو قائد کے شہر میں کامیاب جلسہ کرنے میں اپنا آشیر باد دیا۔ورنہ کراچی کے "ڈان "کے سامنے " کنگ خان" کی

کہاں چلنی تھی۔ یہ بھی ایک واضح اشارہ ہے کہ آئندہ ملکی سیاست میں کون سا اتحاد بننے جا رہا ہے۔ مصائب میں گھری غریب عوام حکمران طبقے کی طرف دیکھ رہی ہے جو ان کے مسائل کو حل کرنے میں اس لیے ناکام ہیں کہ وہ "دیانتدار" نہیں۔ جس کا فائدہ "تبدیلی اور انقلاب" کا نعرہ لگانے والے عمران خان کو ہو رہا ہے۔ مایوس عوام کی آنکھوں میں عمران خان نئے پاکستان کے سپنے سجا رہے ہیں۔ دوسری طرف وہی "پٹے ہوئے ہارس" اپنے سیاسی اصطبل میں لا رہے ہیں۔ کیا عوام ان آزمائے ہوئے "ہارسز" پر اپنی نسل کی بقا کے لیے ایک اور جوا کھیلے گی؟؟ ماں، مذہب اور ملک میں ایک خاص تعلق ہوتا ہے جسے توڑنا کسی عام آدمی کے بس کی بات نہیں۔ ماں کو تو کوئی بدل ہی نہیں سکتا، مذہب تبدیل کر کے دوسرے مذہب میں جانیوالے بھی اس تاریخ کا حصہ ہیں۔ اپنا ملک خواہ کسی بھی وجہ سے چھوڑنا پڑے ایسے کئی مہاجر اور جلاوطن بھی ہر دور میں رہے ہیں۔ سیاسی جماعت جو عام طور پر ایک نظریے کے تحت قائم کی جاتی ہے جس کی مان کر لوگ اس میں شامل ہوتے ہیں۔ یوں کسی کا سیاسی جماعت بدلنے سے مراد اس نظریے سے منحرف ہونا ہے۔ اس وقت وطن عزیز میں "سیاسی مرتدوں کے سلسلہ بیعت" کا موسم عروج پر ہے۔ کیا یہ "سیاسی مرتد" عمران خان کے ہاتھ بیعت کر کے "سیاسی مومن" بن گئے ہیں؟ کیا ان کے ہاتھ عمران خان کے ہاتھ بیعت کرنے سے ہر گناہ سے پاک ہو گئے ہیں؟ کیا تحریک انصاف سے بھی انصاف "صاف" ہو گیا ہے؟ کیا حفیظ اللہ نیازی صرف اس لیے تحریک انصاف کا ترجمان ہے کہ وہ عمران کا برادرِ نسبتی اور حسان نیازی اس لیے آئی ایس ایف کا مرکزی آرگنائزر ہے کہ عمران خان اس کا ماموں ہے۔ گزشتہ سولہ سالوں سے حفیظ اللہ نیازی نہ تو تحریک انصاف کا ممبر تھا اور نہ ہی اُس نے عمران خان کے ورکروں کے ساتھ کھڑے ہو کر کسی میدان میں کو معرکہ سرانجام دیا لیکن بدلتا ہے رنگ آسماں کیسے کیسے۔ اب تو انعام اللہ نیازی اور اس کے علاوہ بہت سے نیازی بھی حصوں بخروں کیلئے دانت تیز کرنا شروع ہو چکے ہیں۔ یہی وہ روایتی سیاست ہے جس کے خلاف عمران خان نے انقلاب لانا تھا مگر افسوس یہ "سیاسی مرتد" کسی کے دوست نہیں ہوتے ان کے جانے سے اچھی خاصی "انصافی" سیاسی جماعت کے اپنے ورکر نا انصافیوں کا شکار ہو گئے ہیں۔

تحریر: سہیل احمد لون

سربٹن۔ سرے

sohailloun@gmail.com

30-12-2011